ڈاکٹر شاکر کنڈان
(سرگودھا)
340۔غوث گارڈن، سرگودھا (پاکستان)

# اردو آفرینش سے آغاز تک

من نمی گویم اناالحق یار می گوید بگو
چوں نہ گو یم، چوں مرا دلدار می گوید بگو
آنچہ نتواں گفت اندر صَومعَہ با زاہداں
بے تحاشہ بر سرِ بازار می گوید بگو
بندۂ قدوس گنگوہی خدا را خود شناس
ایں ندا از غیب با اصرار می گوید بگو

اوپر دیئے گئے عنوان میں لفظ اردو اپنی دو حیثیتوں کا اظہار کر رہا ہے۔ ایک حیثیت لغوی اور دوسری اصطلاحی ہے۔ یہ لفظ کس زبان سے ہماری زبان میں وارد ہُوا اس میں کئی اختلافات موجود ہیں۔ اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ یہ لفظ ترکی زبان کا ہے لیکن اسی نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے کہہ دیا گیا کہ ترکی میں یہ لفظ فارسی زبان سے آیا ہے۔ ویدیوں نے اسے وید کا لفظ بتایا۔ سندھیوں نے اسے سندھ سے جوڑا۔ کسی نے اسے اطالوی کا مؤرد قرار دیا تو کوئی دور کی کوڑی کوریا سے اٹھا لایا۔ اس لفظ کو جب بطور اصطلاح استعمال کیا گیا تو زمان ومکاں کے ایسے ایسے نظریے سامنے آئے کہ عقل ہی نہیں بلکہ سوچ بھی دنگ رہ گئی لیکن ان دونوں حوالوں میں لشکر سے اس لفظ کے تعلق اور اس کا ایک زبان ہونے سے کہیں کوئی اختلاف سامنے نہیں آیا۔

لشکر اور زبان دونوں کا وجود انسان سے ہے، گویا ''اردو آفرینش سے آغاز تک'' کے موضوع کی تفسیر کے لئے تین سوالوں کے جواب دینا لازمی قرار پاتا ہے۔

(۱) انسان (۲) زبان (۳) لشکر یعنی فوج

انسان نے کیسے جنم لیا اس پر سب سے پہلی بحث جسے تاریخ نے اپنا حصہ بنایا چھ صدی قبل مسیح تھیلس Thales)) نے کی۔ بعد از اں چوتھی صدی قبل مسیح تک انا کزیمانڈر Anaximander)) ایمپی ڈوکلس Emp(edocles ) اور ارسطو Aristotle)) جیسے فلسفیوں نے اپنے اپنے فکر و ادراک سے اس پر بات کی۔ اٹھارویں صدی میں ارازمیک ڈارون Darwin Erosmic)) بوفون (Buffon) اور لامارک (Lamark) نے ارتقائے حیات کے حوالے سے تھیلس کے خیالات کی تقلید کی لیکن ۱۸۵۹ء میں جب ڈارون نے اپنی کتاب (The Origin of Species) میں اپنے نظریات کا اظہار کیا کہ: ''پہلے جمادات تھے اُن میں نمو پیدا ہوئی تو نباتات پیدا ہوئے، نباتات میں جبلت پیدا ہوئی تو حیوانات پیدا ہوئے اُن میں شعور پیدا ہوُا تو بنی نوع انسان کا وجود ہوُا۔''[۱] اور پھر اسی کتاب میں آگے چل کر اُس نے لکھا کہ: ''جدید

انسان نے کسی بندر نما مخلوق سے ارتقا کر کے موجودہ شکل اختیار کی'' ۲؎ اس نظریہ کے خلاف بہت کچھ لکھا اور کہا گیا یہاں تک کہ'' ۳۰ جون ۱۸۶۰ کو آکسفورڈ یونیورسٹی میں منعقدہ ایک تقریب کے دوران بشپ ولبر فورس (Bishop Wilber Force) نے سٹیج پر براجمان ڈارون سے پوچھا کہ ''بحیثیت اجداد بندروں سے تمہارا رشتہ دادا کی طرف سے ہے یا دادی کی طرف سے۔'' ۳؎ بعد ازاں (Weis man) کا جرمی مادۂ حیات کا نظریہ، ڈی وریز (DeVries) کا جستی تغیرِ نوع کا نظریہ اور مینڈل (Mandel) کے ''علمِ توالد و تناسل'' (Genesiologt) کا نظریہ سب ہی ڈارون کے نظریہ کی پیداوار ہیں جن کے رد میں لوئی پاسچر (Louis Pasteur) نے ایک جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا ''یہ دعویٰ کہ بے جان اشیاء زندگی کو وجود بخشتی ہیں انسانیت کی بھلائی کے لئے تاریخ کے صفحات میں دفن کر دیا گیا ہے۔'' ۴؎ بلکہ دورِ جدید نے D.N.A (DeoxyriboNucleicAcid) کوانٹم جمپ (QuantamJump) کیمبری دھماکہ (Cambrian Explosion) کروموسومز (Chromosomes)) اور جینز (Genes) وغیرہ کی حیرت انگیز دریافتوں نے ڈارون اور اس کے مقلدین کے نظریات کو سائنس کی رُو سے مکمل طور پر رد کرتے ہوئے Fact of Creation کا نظریہ پیش کر کے انسان کو بندر کی نسل سے جدا کرتے ہوئے اس کی عزت بحال کر دی۔

سائنس سے ہٹ کر جب مذہبی طور پر انسان کے وجود میں آنے کے عمل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں اس کا جواب تقریباً ۲۵ مقامات پر بڑی تفصیل سے دیا گیا ہے۔ انسان کی تخلیق سے قبل بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: ''میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں پھر جب اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ'' ۵؎ اور پھر جب انسان کو تخلیق کر لیا تو فرمایا۔ ''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا ہے۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔ پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔'' ۶؎ اس پر مستزاد ''اللہ کی فطرت وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔'' ۷؎ ارشاد فرما کر اللہ تعالیٰ نے تمام شکوک وشبہات کو رد فرما دیا۔ اس کی تفصیل ہمیں احادیث میں بھی ملتی ہے اور بائبل میں بھی اس کی گواہی ان الفاظ میں دی گئی ہے۔ ''خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔۔۔ اور خدا نے انہیں برکت دی اور کہا کہ پھلو پھولو اور بڑھو اور زمین کو معمور و محکوم کرو۔'' ۸؎

انسان کب پیدا ہوا؟ کے جواب میں بھی کئی مفروضے گھڑے گئے جن میں ڈارون کا آسٹرالوپی تھیکس (Australopithecus) سے ہوموسیپیئن (Homo sapians) تک کے چار مراحل میں پانچ سال کا عرصہ ۹؎، آئزک ایسی موف (Isaaq eisi Moof) کا ہوموہیلیئن سے ہوموسیپیئن تک بیس لاکھ سال کا عرصہ ۱۰؎، ڈاکٹر ہیلز کا ۵۴۱۱ قبل مسیح میں دنیا کی پیدائش کا مفروضہ ۱۱؎، کوامے انتھونی اور ہنری لوئی گیٹس کا آسٹریلیا میں ۴۰ ہزار سال پہلے کے باشعور انسان کی موجودگی کا نظریہ ۱۲؎، ایل اے نیٹسن کا پانچ لاکھ سال پہلے کے باشعور انسان کا مفروضہ ۱۳؎، علمِ طبقات الارض کا نظریہ کہ ''انسان کو دنیا میں آئے کم از کم بیس ہزار سال اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ سال''۔ ۱۴؎ فضل احمد حبیبی کا حضرت آدمؑ سے حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت تک ۱۲ ہزار سال کا کیلنڈر ۱۵؎، شایاں بریلوی کی دس ہزار سال قبل مسیح میں حجری عہد ہونے کی حمایت ۱۶؎، یہودیوں کا چار ہزار سال ق م، نصاریٰ کا پانچ ہزار برس ق م اور اسی طرح سات ہزار برس کا مفروضہ سب جھوٹ ہیں۔ کیونکہ ایسی کوئی نسبت رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں اور نہ ہی قرآنِ مجید میں کوئی ذکر ہوا ہے۔ ہاں! بائبل اس معاملے میں رہنمائی کرتی ہے یا دیگر کئی کتب سلسلہ بہ سلسلہ نسب کی عمریں واضح کر کے تقریباً ساڑھے پانچ ہزار سال قبل مسیح کی نشاندہی کرتی ہیں جس سے کم از کم لاکھوں سال کے نظریے کی نفی ہوتی ہے۔

☆ دوسرا سوال ہے زبان۔ زبان کے وجود میں آنے کے حوالے سے بھی ماہرینِ لسانیات نے کئی نظریے پیش کئے جن میں (۱) ماما نظریہ (Mama Theory) (آسان ہجا میں زبان کا آغاز) (۲) بووو نظریہ (Bow Wow Theory) (کتے کی بولی اور حیوانی آوازوں کی نقل

اتارنا) (۳) پُو پُو نظریہ (Pooh Pooh Theory) (شدتِ جذبات کے باعث کچھ آوازوں کے منھ سے نکلنے والی آوازیں جیسے آہ، واہ، ہائے)

(۴) ڈِنگ ڈَنگ نظریہ (Ding Dong Theory) (اشیاء کی جھنکار اور بصری پیکروں کی نقل۔ اسے لفظ اور معنی کے باطنی تعلق کا نام بھی دیا گیا ہے) (۵) یا ہے ہو نظریہ (Ya-He-Ho Theory) (محنت و مشقت کی حالت میں ہانپتے کانپتے ہوئے آوازوں کا نکلنا) (۶) تا تا نظریہ (Ta Ta Theory) (مل جُل کر گانے بجانے سے نکلنے والی آواز۔ اسے Sing Song Theory بھی کہتے ہیں) (۷) ہے یو نظریہ (Hey You Theory) (باہمی تفاعل اور تشخص سے بننے والے الفاظ یعنی تو، میں، وہ وغیرہ) (۸) اشارات و حرکات کا نظریہ (Gesture Theory) (۹) ارتباطی نظریہ (Contact Theory) (بھوک پیاس، جنسی خواہشات کی ترسیل) جیسے کئی نظریات جدید علمائے لسانیات نے پیش کئے۔ یہی نہیں بلکہ ان نظریات کو سچ ثابت کرنے کے لئے 'دی جنگل بک' میں مونگلی کے کردار، ٹارزن وغیرہ کے کردار اور اکبرِ اعظم کے تجربے کو پیش کیا گیا۔ جبکہ قدیم فلسفیوں نے جو نظریات پیش کئے وہ اُن سے بالکل مختلف ہیں اور وہ فطرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جیسے سقراط کی رائے تھی کہ دیوتاؤں نے دنیا کی اشیاء کے موزوں نام رکھے۔ دیومالا کی رُو سے ''اوڈن'' دیوتا نے زبان کی تخلیق کی۔ قدیم ہند میں برہما کو زبان کا خالق سمجھا جاتا رہا۔ یہودی عقیدے کے مطابق آدم نے خدا کی ہدایت سے اشیاء کے نام مقرر کئے۔ مسیحی یورپ میں صدیوں تک 'عہد نامہ عتیق' کی زبان عبرانی کو آسمانی زبان ہی نہیں بلکہ اُم اللسان سمجھا جاتا رہا۔ کچھ مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ جنت میں حضرت آدم و حوا کی زبان عربی جبکہ جنت سے نکلنے کے بعد سریانی تھی۔

قرآنِ مجید کے مطابق زبان کا جنم کب اور کیسے ہوُا، اس کا جواب کئی مقامات پر تفصیل سے دیا گیا ہے جیسے سورت الرحمٰن کی آیت نمبر دو اور تین ''خَلَقَ الِانسان۔ عَلَّمَہُ البیان۔'' اسی طرح سورۃ البقرہ کی وہ آیات کہ تخلیقِ آدم سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آدم کی پیدائش کے بارے میں گفتگو، آدم کو تمام علوم سکھا کر فرشتوں کو جواب دلوانا، یہ ساری گفتگو عالمِ ارواح ہی میں سہی لیکن کیا یہ اشاروں کنایوں سے ہوئی تھی؟ پھر تخلیقِ آدم کے بعد اُسے اپنا خلیفہ بنانا، پیغمبری اور رسالت کے مقام پر فائز کرنا، ''آپؑ پر دس صحائف کا نازل فرمانا'' ۱۷؎۔ آپؑ کی حیات میں ہی ''حضرت شیثؑ کو نبوّت اور رسالت عطا فرما کر اُن پر ۵۰ صحائف کا نزول'' ۱۸؎، حضرت آدم ہی کی حیات میں آپؑ کی اولاد کا چالیس ہزار نفوس تک پھیل جانا، توبہ کی قبولیت میں پایۂ آسمان پر لکھا ہوُا کلمہ 'لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا دیکھنا، پھر نورِ محمدی کی حفاظت کے لئے ایک عہد نامہ تحریر کرنا۔ ۱۹؎ اللہ تعالیٰ کا انسان کو قلم سے علم سکھانا، آدم کو تمام چیزوں کے نام بتا دینا اور بروایتے سات لاکھ زبانوں کا علم دینا اور اس خصوصیت سے نوازنا کہ ایک ایک چیز کا نام بتا کر جتنی زبانیں قیامت تک بولی جائیں گی اُن کا علم پہلے سے عطا کر دینا۔ ۲۰؎ کیا یہ سب اس حقیقت کی طرف اشارہ نہیں کرتا کہ زبان کا استعمال تخلیقِ انسان سے پہلے سے رائج تھا جسے انسان کی روح کو تخلیق سے قبل ودیعت کر دیا گیا۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق لفظ آدم کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ''آدم کو اگر عبرانی لفظ تسلیم کریں تو یہ ادامہ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین اور گندمی رنگ کے ہیں اور اگر عربی الاصل کہا جائے تو اَدَم سے مشتق اس لفظ کے معنی امام، پیشوا، ہیں جبکہ آدم ہونے کی صورت میں نوعِ انسان کا باپ یعنی ابوالبشر اور پہلا آدمی ہے۔'' ۲۱؎

ہزار ہا سال تک زبان کی ابتداء کو مذہب کی بنیاد سے منسلک کیا جاتا رہا۔ غالباً پہلی بار ۹۳۰ء میں ابو ہاشم معتزلی نے اس رائے کا اظہار کیا کہ زبان انسان کی وضع کردہ ہے۔ بعد ازاں ۱۷۷۲ء میں جرمن مفکر ہرڈر نے زبان کا ربانی تخلیق ہونے کی تردید کی۔ ۲۲؎ پھر یہ سلسلہ چل پڑا اور جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کی نفی کی جانے لگی وہیں اس کی تخلیقات کو بھی رد کیا جانے لگا اور آج وقت نے ہمیں جس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

☆ تیسرا سوال جو پیدا ہوتا ہے وہ لشکری یا عسا کر ہے۔

عساکر کے بارے جاننے کے لئے جب قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا مطالعہ کرتے ہیں تو قتال، دشمن سے جنگ، جنگ کے لیے تیاری، منظم گروہ بنانے، دشمنوں کے لئے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھنے اور دشمن پر رعب جمانے کے حوالے جا بجا ملتے ہیں، بلکہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ تو یہاں تک ارشاد فرماتے ہیں ''ہانپتے ہوئے، دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، پھر ٹاپ مار کر آگ جھاڑنے والوں کی قسم، پھر صبح کے وقت دھاوا بولنے والوں کی قسم، پس اس وقت گرد و غبار اڑاتے ہیں پھر اسی کے ساتھ فوجوں میں گھس جاتے ہیں۔''۲۳؎ پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں جنگ میں حصہ لینے والے لفوجی کے تقدس کی انتہا دیکھیے کہ جنت کی بشارت کے ساتھ اسے ابدی زندگی کی نوید سنا دی جو کھاتا ہے پیتا ہے۔

گویا فوج انسانوں کے ایک ایسے منظم گروہ کا نام ہے جو دشمنوں سے لڑتے ہیں اور فتح و شکست کا باعث بنتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عسکر اور عسکریت کا یہ سلسلہ کہاں سے شروع ہوا۔

کائنات میں پہلا قتل حضرت آدمؑ کے بیٹے ہابیل کا تھا جو اس کے بڑے بھائی قابیل کے ہاتھوں ہوا۔ اس قتل میں جارحیت تھی لیکن مدافعت نہیں تھی۔ جب اولادِ آدم میں اضافہ ہوا تو ایک بیٹے کی اولاد ایک قبیلہ اور دوسرے بیٹے کی اولاد دوسرا قبیلہ بن کر گروہوں کی صورت اختیار کر گئے یوں جس پہلی باقاعدہ جنگ کا ذکر ہمیں تاریخ میں ملتا ہے وہ ''حضرت ادریسؑ کے جہاد کا ہے جو انہوں نے بنو قابیل سے کیا۔''۲۴؎ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ حضرت آدمؑ زندہ تھے کیوں کہ حضرت ادریسؑ (خنوخ) حضرت آدمؑ کی چھٹی نسل سے تھے۔ آپ کو علمِ نجوم اور منطق کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔ آپؑ پر تیس صحائف بھی نازل ہوئے اور آپ نے ۱۸۰ شہر بھی آباد کئے۔ اور پھر اس بڑھتی آبادی کے ساتھ ساتھ آپس کی عداوتیں، دشمنیاں اور مخالفتیں لڑائی جھگڑے کا سبب بنتی رہیں۔ قائن بن انوش کے عہد میں ہتھیار بن گئے تھے جنہیں ان جھگڑوں میں استعمال کیا جانے لگا تھا۔ پہلا شہر بھی آپ ہی نے آباد کیا تھا۔ آپ حضرت ادریسؑ کے پڑدادا اور حضرت آدمؑ کے پڑپوتے تھے۔

سب سے پہلے جس تہذیب میں لازمی فوجی خدمت کو نافذ کیا گیا وہ سومیری تہذیب تھی۔ کیوں کہ میسوپوٹیمیا اور مصر میں جو قدیم تہذیبیں تھیں اُن کے لوگ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور ''جب وہ جنگ پر جاتے تو کنبوں کے سربراہ ایک کونسل کی صورت میں اکٹھا ہوتے اور اپنا بادشاہ مقرر کرتے۔''۲۵؎ تب قبیلہ کے جوان جنگ میں جانے والی فوج کا حصہ بنتے اور مقرر کردہ بادشاہ اس فوج کا سپہ سالار ہوتا۔

پروفیسر ڈورسی کے مطابق سومیری ''ایلامی مہاجرین تھے۔۔۔ اگر وہ افغانستان میں آباد ہوتے تو انہیں افغانی کہا جاتا۔ شاید وہ قبل از تاریخ کے منگول تھے۔۲۶؎

سومیریوں کے بعد وادیٔ دجلہ و فرات میں آشوریوں کی تہذیب نمایاں ہوئی۔ ان لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سخت جان اور جنگجو تھے۔ اُس زمانے میں ''ریاست ایک عسکری چھاؤنی کی طرح تھی۔ فوج کے سالار امیر ترین اور طاقتور ترین طبقہ کے لوگ ہوتے تھے۔''۲۷؎

سومیریوں کا پہلا دور ۵ ہزار سال سے ۴ ہزار سال قبل مسیح بتایا جاتا ہے اور دوسرا دور جسے مہذب دور کا نام دیا گیا ہے ۴ ہزار سے ۳ ہزار سال قبل مسیح تھا۔ اگر بعض روایات کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ سومیری ہی دراوڑ تھے جو ہندوستان میں آ کر آباد ہوئے تو ماننا پڑے گا کہ غیر مہذب دور طوفانِ نوح سے پہلے اور مہذب دور طوفانِ نوح کے بعد کا ہوگا۔ جب کہ طوفانِ نوح کا زمانہ ۳۸۶۲ سال قبل مسیح''۲۸؎ گردانا گیا ہے۔

موضع بڑیلہ شریف ضلع گجرات میں حضرت قنبیط کی قبر جسے حضرت آدمؑ کے بیٹے کی بتایا جاتا ہے اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ برِ صغیر میں طوفانِ نوح سے پہلے نسلِ آدم موجود تھی جس کے بارے میں قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ لوگ غرقِ آب ہو گئے ہوں گے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا طوفانِ نوح پورے کرۂ ارض پر آیا تھا یا کسی خاص خطے میں؟

مذکورہ عہد میں مختلف علاقوں میں مختلف رسولوں کی بعثت کے امکانات کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلے میں ہارون یحییٰ نے جن علاقوں میں طوفانِ نوح کے آنے کی نشاندہی کی ہے ''اُن میں بغداد، بابل، وادیٔ دجلہ و فرات کے میدان، اُر، دجلہ و فرات اور خلیج فارس شامل ہیں۔''۲۹؎

اگر اسے درست مان لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ برِصغیر کے علاقے اس طوفان کی زد میں نہیں آئے اور یہاں آباد قومیں محفوظ رہیں۔

طوفانِ نوح توریت کے عبرانی نسخے کے مطابق ۱۶۵۶ سال، سامری نسخے کے مطابق ۱۳۰۷ سال اور یونانی نسخے کے مطابق ۲۲۶۲ سال تخلیق آدم کے بعد آیا تھا۔

ہماری تاریخ بہت الجھی ہوئی ہے اس میں اختلافات کی بنا پر اسے صحیح طریقے سے سمجھنا بعید از قیاس ہے۔ دراصل انسانی علم کی پوری تاریخ میں کائنات کے پھیلنے پھولنے کے قانون کے بارے میں دو تصورات سامنے آئے ہیں۔ ایک تصوّر مابعد طبیعیاتی اور دوسرا جدلیاتی ہے، جن سے دو مختلف کائناتی تصوّرات کی تشکیل ہوتی ہے۔ انسان کے بارے میں جب سوچتے ہیں تو اس کا ظہور مابعد الطبیعیاتی ہے لیکن اس کا تسلسل جدلیاتی ہے، گویا متضاد طاقتوں کے عمل سے یہ سلسلہ جاری ہے جس میں تضادات کا ہونا لازمی امر ہے۔

سومیریوں کی آمد سے پہلے ہندوستان میں جو قوم آباد تھی اُسے پروٹو آسٹرالائیڈ نسل سے بتایا جاتا ہے جنہیں مورخین نے آسٹرک بھی لکھا ہے۔ لہٰذا ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ''سومیریوں اور پروٹو آسٹرالائیڈ کے ٹکراؤ سے جو قوم پیدا ہوئی وہ دراوڑی کہلائی۔''۳۰

آسٹرک نسل سے جو قومیں بتائی جاتی ہیں اُن میں سنتھالی اور منڈا وغیرہ قبائل شامل تھے۔ پروٹو آسٹرالائیڈ یا آسٹرک نسل کو اگر ہندوستان کے ابتدائی آباد کار تسلیم کیا جائے تو وہ جو زبان بولتے تھے وہ ہماری اردو زبان کا نقطۂ آغاز تھا کیوں کہ میرا یہ نظریہ ہے کہ جس علاقے میں جو زبان بولی جاتی ہے اُس کا تعلق اُسی دھرتی سے ہوتا ہے، اس میں اضافے، کمی یا تبدیلی رونما ہوتی رہتی ہے اور نئی زبانیں وجود میں آتی رہتی ہیں۔ جب ہم آسٹرک خاندان کی بولیوں کی بات کرتے ہیں تو اُن کی بولی جانے والی زبان کے جو الفاظ ہم تک پہنچے ہیں اُن میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں: آپے (آپ)، باؤ ہو (بہو)، چاولے (چاول)، سوتو (ستو)، بارابوری (برابری)، دھناؤ (دھنیہ)، تھاپا (تھپڑ)، بوڑی (بوڑھی)، جونم (جنم)، پریتی (پریت) وغیرہ۔۳۱

میرے خیال میں یہ عہد ۴ہزار سے ۵ ہزار قبل مسیح کا ہے۔ اسی عہد میں لکھی جانے والی پہلی کتاب کا سراغ ملتا ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب ''۴۲۵۰ سال قبل مسیح ۹۰ فٹ لمبے پاپیرس رول پر دیوی دیوتاؤں اور عبادتوں نیز موت کے بعد دوسری دنیا اور روح کے سفر کے بارے میں لکھی گئی تھی۔ اس کا ترجمہ Thebookofdead کے نام سے ہو چکا ہے اور برٹش میوزیم میں اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔''۳۲

دراوڑوں کی فاتحانہ آمد یا اس دھرتی پر اس قوم کا جنم زبان کی تبدیلی کا باعث بنا۔ اگر برِصغیر میں سومیریوں کی آمد کو درست مانا جائے تو وہ پہلی مہذب قوم کہی جا سکتی ہے جو برِصغیر پر حملہ آور ہوئی اور پہلے سے آباد قوم کو عسکری طریقے سے شکست دے کر اپنا تسلط جمایا۔ سومیریوں اور پروٹو آسٹرالائیڈ سے پیدا ہونے والی نسل جب آرام پرست ہو گئی تو دیگر اقوام نے بھی حملے شروع کر دیئے جن میں آرین سرِفہرست تھے۔ اور یوں آریوں کی آمد بھی اپنے عہد کی تہذیب کے مدِنظر عسکری برتری کا سبب تھی۔ ہندوستان کے ابتدائی آباد کاروں کے حوالے سے مؤرخین نے عام طور پر تین نظریات پر بحث کی ہے۔

ایک نظریہ طوفانِ نوح کا ہے جس کے مطابق زمین پر آباد تمام لوگ آدمِ ثانی یعنی حضرت نوحؑ کی اولاد ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ تین ہزار پانچ سو سال قبل مسیح تک برِصغیر میں آبادی کا نشان تک نہ تھا۔

دوسرا نظریہ دراوڑ قوم کی فاتحانہ آمد کا ہے۔ یہ نظریہ اس بات کو مکمل طور پر تقویت دیتا ہے کہ لشکر یا عساکر ہی اردو زبان کے بانی ہیں۔'' مؤرخین کا خیال ہے کہ وادیٔ سندھ میں ۸ ہزار قبل مسیح دراوڑ قوم فاتحین کی حیثیت سے داخل ہوئی۔''۳۳

تیسرا نظریہ افریقی اقوام کی ہندوستان میں آمد کا ہے جو محمد نعیم اللہ خیالی کے مطابق ''۵ ہزار سال قبل مسیح زمانہ مابعد طوفانِ نوح حبشی (Nigrito) (اولادِ حام بن نوحؑ) سمندری ساحلوں سے سفر کر کے یہاں پہنچی تھی۔''۳۴

ہم زبان اور عساکر کو انسان سے جدا نہیں کر سکتے۔ زبان بھی انسان کے وجود سے پہلے موجود تھی اور عسکریت بھی، کیوں کہ فرشتوں نے جب

اللہ تعالیٰ کے زمین پر اپنا خلیفہ پیدا کرنے پر اعتراض کیا تو وہ زمین پر پہلے سے آباد جنوں کے ظلم وفساد کو دیکھتے ہوئے یہ خیال کرتے تھے کہ جو قوم زمین پر پیدا کی جا رہی ہے وہ بھی فساد اور جنگ وجدل کرے گی۔

بات آریوں تک آ گئی تھی جو ہندوستان پر قابض ہو کر تہذیبی اور لسانی تبدیلی کا سبب بنے۔ اُن کا یہ تسلّط عسکری برتری یا عسکریّت کے باعث تھا اور لسانی تبدیلی وقت کی مروّجہ زبان کے فروغ میں ممد ومعاون ثابت ہوئی۔ وہی زبان لحہ بہ لحہ ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے آج اردو زبان کے روپ میں ہمارے سامنے ہے۔

چوں کہ ہندوؤں کے ہاں ویدوں کو سب سے پہلی کتب ہونے کا درجہ حاصل ہے جس کا تعلق ایک روایت کے مطابق وہ حضرت نوحؑ سے جب کہ عام طور پر براہِ راست کرشن بھگوان سے جوڑتے ہیں جنہیں بیاس جی اور اُس کے چیلوں نے یکجا کیا۔ یہ عہد پندرہ سو سال قبل مسیح گردانا گیا ہے ویسے اس سے پہلے توریت کا نزول بھی ہو چکا تھا۔

بہر حال ویدوں میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو آج بھی ہماری زبان کا حصہ ہیں جیسے ”دھرم (مذہب)، مت (عقیدہ)، گیان (علم۔عرفان) چِت (چیتا، ادراک)، من (طبیعت)، رس (ذائقہ)، وہم (اپنی ہستی کو ذات سے جدا ماننا)، جوگ (درویشی) وغیرہ“ ۳۵؎

شاید اسی کو بنیاد بنا کر راجے مالوی نے ”اردو“ لفظ کو خالص ویدک لفظ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُس کے نزدیک لفظ اردو دو الفاظ ”اُر“ اور ”دو“ کا مرکب ہے۔ اُر معنی دل اور دُو معنی جاننا ہیں۔ اس سے مراد روح اور جان کو جاننا جسے حقیقت میں خدا کو جاننا مراد لیا گیا ہے۔ ۳۶؎ اور اسی باعث وہ اردو زبان کو ویدک زبان کہتے ہیں جس کا مطلب ہے تصوّف کی زبان۔ واللہ اعلم بالصواب میں اپنی اِن گزارشات کا اختتام اپنے اِن اشعار پر کرنا چاہوں گا جو ایک عسکری شخصیّت کا عکس ہیں:

تذکرے عشق کے بات اخلاص کی
ہم نے نوکِ سناں سے بھی اکثر لکھی
جنگ میں خون کے رنگ پیارے لگے
وقت پر بات انسانیّت کی کہی
ہم نے اپنوں میں بانٹی محبت مگر
رزم میں جب گئے ظلم کو مات دی
جانے کتنے محاذوں پہ جنگِ وفا
زندگی کے لئے زندگی سے لڑی
انگلیوں کو قلم کر کے شاکر سدا
کچھ عجب رنگ میں کی ہے صورت گری

شاکر کنڈان

## ماخذات


۱۔ محمد حمید اللہ بھٹ، پیش لفظ، مشمولہ: قدیم لکھنؤ کی آخری بہار از مرزا جعفر حسین، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان دہلی، ۱۹۸۱ء، ص ۳

۲۔ ہارون یحییٰ، معجزاتِ قرآنی، مترجم: شیر محمد، فضلی سنز پبلی کیشنز کراچی بار چہارم، ۲۰۰۶ء، ص ۸۸

۳۔ افتخار عالم خان، ڈارون اور اُس کا نظریہ ارتقا، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۹۱ء، ص ۵۱

۴۔ ایضاً، ص ۸۳

۵۔ القرآن: سورۃ ص، آیت: ۷۱۔ ۷۲، ترجمہ: تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، جلد: ۴، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، س ن ص ۳۴۸

۶۔ القرآن: سورۃ المومنون۔ آیت: ۱۲۔ ۱۴، ترجمہ: ایضاً، جلد، ۳، ص، ۲۷۰

۷۔ القرآن: سورۃ الروم، آیت: ۳۰، ایضاً، جلد: ۳، ص: ۷۴۳

۸۔ توریت: تکوین، باب: ۱، آیت: ۲۷۔ ۲۸

۹۔ ہارون یحییٰ، معجزاتِ قرآنی، ایضاً، ص ۸۸

۱۰۔ آئزک ایسی موف، علم اور سائنس کا سفر، مترجم: محمد ارشد رازی، مشعل بکس لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۴

۱۱۔ مہرشی سوامی دیانند سرسوتی، رگوید آدی بھاشیہ بھومکا، مترجم: نہال سنگھ آریا، ودیا درپن، میرٹھ، ۱۸۹۸ء، ص ۱۰

۱۲۔ کوامے انتھونی و ہنری لوئی گیٹس جونیئر، عالمی ثقافت کی لغت، ص ۶

۱۳۔ ایل اے نیٹسن، ذرائع نقل و حمل کی ابتداء، مترجم: مہ جبین اختر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، دہلی، ۲۰۰۳ء، ص ۲

۱۴۔ سید احمد دہلوی، مولوی، علم اللسان، مطبع محبوب المطابع دہلی، ۱۸۹۵ء، ص ۵

۱۵۔ سہ ماہی عقیدت، سرگودھا، شمارہ۔ ۳، جولائی ۲۰۰۵ء، ص ۳۹

۱۶۔ شایاں بریلوی، تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ، جلد۔ ۱، کراچی، ۱۹۹۱ء، ص ۲

۱۷۔ مختار احمد، آئینۂ تاریخ، (حضرت آدم سے محسنِ اعظم تک)، مکتبہ اشرفیہ مرید کے، ۱۹۸۸ء، ص ۴۶

۱۸۔ ابنِ کثیر، قصص الانبیاء، مترجم: مفتی محمد فیض احمد اویسی، زاویہ پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۵۸

۱۹۔ عبدالعزیز ہزاروی، مولانا، تذکرۃ النبیین، پرنٹنگ محل کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۷۰

۲۰۔ مسعود مفتی، سفیرانِ خدا، ص ۲۰۳

۲۱۔ غلام جیلانی برق، ڈاکٹر، معجم القرآن، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س ن، ص ۲۱

۲۲۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، لسانی جائزے، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۲۵

۲۳۔ القرآن: سورۃ العادیات، آیت: ۱ تا ۵

۲۴۔ مختار احمد، آئینۂ تاریخ، ایضاً، ص ۵۰

۲۵۔ ولیم میک گاگی، انسانی تہذیب کے پانچ ادوار، مترجم: حسن عابدی، مشعل بکس لاہور، س ن، ص ۷۳

۲۶۔ جان جی جیکسن، انسان۔ خدا اور تہذیب، مترجم: یاسر جواد، نگارشات پبلشرز لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۷۳

۲۷۔ محمد عبدالرسول، صاحبزادہ، تاریخ تہذیبِ انسانی، جلد۔ا، یونیورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۰۸، ص ۸۳
۲۸۔ ضیا تسنیم بلگرامی، سوانح انبیاء، جلد۔ا، کتابیات پبلیکیشنز کراچی، س ن ص ۷
۲۹۔ ہارون یحیٰی، تباہ شدہ اقوام، ترجمہ: ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، اسلامک ریسرچ سنٹر پاکستان، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص ۲۶
۳۰۔ نثار صفدر بلوٹی، قومی زبان اور دورِ حاضر، اربابِ ادب پبلی کیشنز لاہور، س ن ص ۴۱
۳۱۔ شانتی رنجن بھٹاچاریہ، آسٹرک خاندان کی بولیاں اور اردو، مشمولہ سہ ماہی زبان و ادب، پٹنہ، جنوری۔ مارچ ۱۹۸۳ ص ۵۶
۳۲۔ وہاب اشرفی، پروفیسر، تاریخِ ادبیاتِ عالم، جلد۔ا، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۰۶ء ص ۳۳۔ ۳۴
۳۳۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر مختصر تاریخ زبان و ادب سرائیکی، مقتدہ قومی زبان پاکستان اسلام آباد، ۲۰۰۹ء ص ۶
۳۴۔ محمد نعیم اللہ خیالی، اردو الفاظ ایک بین الاقوامی رابطہ، بہرائچ ۱۹۸۸ء، ص ۲۷
۳۵۔ حسن نظامی، خواجہ، ہندو مذہب کی معلومات، اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی، ۱۹۲۳ء
۳۶۔ اجے مالوی، ڈاکٹر، ہے رام کے وجود پر ہندوستاں کو ناز، سروج شنکر پبلی کیشنز مالوی نگر آباد (یوپی)، ۲۰۱۱ء، ۱۲

☆☆☆